OPEN ACCESS: Al-Aijaz Research Journal of Islamic Studies & Humanities
ISSN (ONLINE): 2707-1219 & ISSN (PRINT): 2707-1200
http://www.arjish.com

مغربی تہذیب اور فکر: عصر حاضر میں اس کی تفہیم کی اہمیت

Western civilization and thought: And importances of its understanding in the contemporary era

Muhammad Amir Farooq
Ph.D Scholar, Department of Islamic Studies and Religious Studies, Hazara University, Mansehra.
Email: amirfarooq902@gmail.com

Dr. Azkia Hashmi
Ex-Dean and Chairman, Department of Islamic Studies and Religious Studies, Hazara University, Mansehra.

Abstract
Since Western culture and thought play a significant role in the modern world, it is imperative that they be introduced and understood.
What do we mean by "Western thought and civilization" when we use this phrase?
In other words, as some have used it in this context, do we mean the particular life occurrences that a country has adopted? What does the term "West" also mean?
The scientific community needs to know the answers to the following questions: Does western civilization refer to the civilization of people who live in a certain region, and why is it necessary to understand this civilization? This topic has been selected with this need in mind.
Since many Muslim and non-Muslim intellectuals have written in this area, it is necessary to characterize Western philosophy and culture from their points of view in order to address these issues. This is this research paper's main goal.
Keywords: Western thought, culture, comprehension

مغربی فکر و تہذیب عصر جدید کی ایک اہم فکر و تہذیب ہے، اس لیے اس کا تعارف اور اس کی تفہیم وقت کی اہم ضرورت ہے۔ جب ہم "مغربی فکر و تہذیب" کی ترکیب استعمال کرتے ہیں تو فکر و تہذیب سے ہماری مراد کیا ہوتی ہے؟ باالفاظ دیگر کیا تہذیب سے ہماری مراد کسی قوم کے اختیار کردہ مخصوص مظاہر حیات ہیں جیسا کہ بعض لوگوں نے اسے اس معنی میں استعمال کیا ہے[1]۔ نیز مغرب سے کیا مراد ہے؟ کیا مغربی تہذیب سے مراد کسی خاص جغرافیہ سے وابستہ افراد کی تہذیب ہے، نیز اس تہذیب کو جاننا کیوں ضروری ہے، ان سوالوں کے جوابات علمی دنیا کی ضرورت ہے۔ اس ضرورت کو مد نظر رکھ کر اس موضوع کا انتخاب کیا گیا ہے۔

اس حوالے سے کئی مسلم و غیر مسلم مفکرین نے لکھا ہے ضرورت اس امر کی ہے کہ ان مفکرین کی فکر کی روشنی میں مغربی فکر و تہذیب کا تعارف پیش کیا جائے، جس سے اشکالات کا خاتمہ ہو۔ اس ریسرچ پیپر سے یہی مقصود و مطلوب ہے۔

ریسرچ پیپر کے دو مباحث ہیں۔ پہلے حصے میں مغربی فکر و تہذیب کا تعارف پیش کیا گیا ہے اور اس حوالے سے جو غلط فہمیاں اور اشکالات ہیں

ان کا ازالہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے، جب کہ دوسرے حصے میں عصر حاضر میں مغربی فکر و تہذیب کی تفہیم کی ضرورت واہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے۔

مغرب کا تعارف

جب ہم "مغربی فکر و تہذیب" کہتے یا سنتے ہیں تو، مغرب کے ایک جغرافیائی جہت میں واقع ہونے کی وجہ سے، یا اقوام مغرب کے مذہبی تعلق کی وجہ سے، سب سے پہلا سوال جو ہمارے ذہنوں میں ابھرتا ہے، وہ یہ ہوتا ہے کہ کیا مغربی تہذیب، کسی خاص جغرافیائی حد بندی یا خاص مذہب سے جڑے ہوئے لوگوں کے افکار کی نمائندہ تہذیب ہے؟

اس الجھن کا جواب دیتے ہوئے، ڈاکٹر محمود غازیؒ لکھتے ہیں:

کیا مغرب سے کوئی ایسا جغرافیائی خطہ مراد ہے، جو ہمارے مقابلے میں مغرب میں واقع ہے، یا ہماری مراد کچھ اور ہے؟ اگر اس سے محض جغرافیائی مفہوم میں مغرب مراد ہے تو اس سے شاید کسی غلط فہمی یا الجھن کا امکان پیدا ہو سکتا ہے۔ یہ امکان اس لیے ہے کہ اول تو اسلام کی ترجیحات میں کسی جغرافیائی وابستگی کو وہ اہمیت حاصل نہیں جو مغرب کے نیشنل ازم نے پیدا کر دی ہے۔ اسلام میں تعلقات کی نوعیت کا تعین جغرافیے سے نہیں، نظریے سے ہوتا ہے۔ دوسرے اسلامی تاریخ میں مغرب دنیائے اسلام ہی کے ایک علاقے کو کہا جاتا تھا، جس میں مراکش، تیونس، الجزائر اور اندلس مرحوم شامل تھا۔ مسلمانوں کی وہ فردوسِ گم گشتہ بھی اس میں شامل تھی جس نے علم و دانش اور تہذیب و تمدن کے باب میں نئی قندیلیں روشن کی تھیں۔ اس پورے علاقے کو اسلامی ادبیات میں مغرب کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ ظاہر ہے کہ جب ہم اسلام اور مغرب کی بات کرتے ہیں تو یہ مغرب مراد نہیں ہوتا۔ اسی طرح اگر محض جغرافیائی خطے کے مفہوم میں یورپ اور امریکہ ہی مراد لیا جائے تو آج کے مغرب میں مسلمانوں کی تعداد کروڑوں میں ہے، یوں اسلام اور مغرب کا جب جغرافیائی مفہوم میں تقابل کیا جائے گا تو وہ مسلمان مغرب میں شامل سمجھے جائیں گے۔ لیکن مغرب سے مراد کوئی تہذیب یا فکر و نظریہ ہے تو پھر یورپ اور امریکہ میں بسنے والے کروڑوں مسلمان اسلام کے کیمپ میں شمار ہوں گے، مغرب کے کیمپ میں شمار نہیں ہوں گے۔ اس لیے یہ بات واضح رہنا چاہیے کہ مغرب سے یہاں ہماری مراد کوئی جغرافیائی خطہ نہیں ہے، بلکہ مغرب سے مراد ایک ایسی تہذیب اور ایسا تمدن ہے جس کا سابقہ دنیائے اسلام سے گزشتہ دو سو ڈھائی سو سال سے بہت گہرا ہے۔[2]

اسی سے ملتے جلتے مفہوم کو ڈاکٹر سموئیل ان الفاظ میں لکھتے ہیں[3]:

ایک ہی نسل کے لوگ تہذیب کے تحت ایک دوسرے سے گہرائی تک الگ ہو سکتے ہیں اور مختلف نسلوں کے لوگوں کو ایک تہذیب متحد کر سکتی ہے۔ خصوصاً عظیم تبلیغی مذاہب، عیسائیت اور اسلام مختلف نسلوں پر مشتمل معاشروں کو محیط ہیں، انسانی گروہوں میں امتیاز کا تعلق ان کی اقدار، عقائد، اداروں اور سماجی ساختوں سے ہوتا ہے، ان کی جسمانی ساخت سے، سروں کی بناوٹ اور جلد کے رنگوں سے نہیں۔[4]

مغربی تہذیب ایک سوچ اور نظریے کا نام ہے جس کے ماننے والے کسی بھی خطے اور کسی بھی رنگ و نسل میں پائے جا سکتے ہیں، ان کے لیے

کسی خاص رنگ و نسل یا خطہ ارضی میں واقع ہونے کی قید نہیں لگائی جاسکتی مگر ایک ناقابل انکار حقیقت یہ بھی ہے کہ مغربی فکر و تہذیب کے علمبردار اور بانی مبانی شخصیات کی بڑی تعداد کا مسکن یورپ ہی تھا اور ہے، اور اس تہذیب کی ابتدائی اور اب تک کی سب سے بڑی تجربہ گاہ، موجودہ یورپی دنیا ہی رہی ہے اور یورپی دنیا کا سب سے بڑا مذہب، عیسائیت ہی اس فکر کا اولین ہدفِ تنقید بنا۔

اب سوال یہ ہے کہ، عیسائیت آج بھی مغربی دنیا کے لیے زندہ ہے یا اسے ہمیشہ کے لیے رخصت کر دیا گیا ہے؟

ہمارے بہت سے محققین اور دانشوروں کا خیال ہے کہ مغرب اپنے ہاں سے عیسائیت کو الوداع کہہ کر سیکولرازم کو اپنا چکا ہے، مگر ڈاکٹر محمود غازیؒ اسے مسلمانوں کی سادگی قرار دیتے ہیں، فرماتے ہیں:

ہمارے بہت سے احباب سادہ لوحی سے مغرب کا مطالعہ کرتے ہیں اور مغرب کے ظاہری دعووں سے متاثر ہو جاتے ہیں، وہ سمجھتے ہیں مغرب نے مذہب کو گھر سے نکال دیا ہے اور اب مغرب ہر مذہبی تعصب سے آزاد ہے۔ وہ حضرات یہ بھول جاتے ہیں کہ مغرب نے مذہب کو ایک خاص علاقے سے نکالا ہے، گھر سے نہیں۔ مغرب کی ہر چیز عیسائی تہذیب و تمدن، عیسائی روایات اور عیسائی تعصبات پر مبنی ہے۔ پچھلے چار سو سال سے جس بین الاقوامی قانون کی وہ پیروی کر رہے ہیں، ان کا جو بین الاقوامی نظام ہے، جس پر وہ آج بھی پوری دنیا کا نظام چلا رہے ہیں، وہ عیسائی عقائد اور عیسائی اخلاق کی بنیاد پر ہے۔ [5]

ڈاکٹر محمود غازیؒ کے اس بیان سے، یہ مترشح ہوتا ہے کہ مغربی حلقوں کے لیے آج بھی مسیحی فکر ہی اولین ترجیح رکھتی ہے جبکہ معروضی حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ مغربی فکر و تہذیب ہی اہل مغرب پر غالب ہے، جیسا کہ ڈاکٹر محمد امین فرماتے ہیں:

مغرب میں دین ہے ہی نہیں ان کے ہاں صرف مذہب (Religion) ہے۔ اور جدید مغربی افکار نے اسے بھی کونے میں (عوامی زبان میں کھڈے لائن) لگا دیا ہے۔ چناچہ عیسائیت مغرب میں برائے نام ہی رہ گئی ہے اور سیکولرازم، ہیومنزم، لبرل ازم وغیرہ سے شکست کھا چکی ہے۔ اب عیسائیت کا مطلب ہے کبھی کبھار چرچ چلے جانا اور وہاں دعائیہ کلمات گا کر واپس آ جانا، اللہ اللہ خیر سلا، عملی زندگی سے اس کا کوئی تعلق باقی نہیں رہا۔ مغرب کا اصل دین کیا ہے، مغرب کا اصل دین جس کے مطابق وہاں کے لوگ زندگی گزارتے ہیں، جن اصولوں کو مانتے ہیں، جن کے مطابق زندگی گزارتے ہیں، وہ ہیں ہیومنزم، لبرل ازم۔ سیکولرازم۔۔۔ وغیرہ، انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین گویا یہی ان کا دین ہیں۔ [6]

مذکورہ بالا دونوں مفکرین کے بیانات سے معاملہ بظاہر، باہم متعارض لگتا ہے مگر حقیقتاً ان میں کوئی تعارض نہیں۔

عیسائی دنیا میں پروٹسٹنٹ کلیسا جدید فکر کا حامل اور اس کا پرچارک ہے، پروٹسٹنٹ اور جدید فکر، دونوں آپس میں شروع سے ایک ساتھ چل رہے ہیں۔ اور اسی فرقے اور اس کے افکار کو غلبہ حاصل ہے جبکہ رومن کیتھولک کلیسا، عیسائی مذہب کی مدافعت کرتا رہا ہے مگر اب یہ مغلوب ہوتا جا رہا ہے۔ حسن عسکری لکھتے ہیں:

بیسویں صدی کے افکار کے اس جائزے کے بعد، یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر مذہب پر ہر طرف سے یہ حملے ہو رہے ہیں تو عیسوی کلیسا کیا کر رہا

ہے ؟پروٹسٹنٹ کلیسا کا معاملہ صاف ہے، پروٹسٹنٹ مذہب اور جدیدیت شروع سے ایک ساتھ چلے ہیں، چنانچہ پروٹسٹنٹ مذہب تو دراصل مذہب ہی نہیں، البتہ کیتھولک کلیسا مذہب کی مدافعت کی کوشش کرتا رہا ہے، لیکن اب یہ کلیسا بھی دبتا چلا جارہا ہے، اور آہستہ آہستہ جدیدیت کے مطالبے تسلیم کرتا جارہا ہے۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد سے پروٹسٹنٹ فرقے کے ماہرِ دینیات تو بالعموم اور بعض رومن کیتھولک بھی اپنے مذہب کو نئے فلسفوں اور سائنس کے نئے نظریات کے سانچے میں ڈھالتے جارہے ہیں، اور ایک دوسرے سے بازی لے جانے کی کوشش کررہے ہیں، اس طرح عیسائیوں کے بنیادی عقائد تک ہر سال بدل رہے ہیں۔ [7]

علامہ محمد اسدؒ اسی مفہوم کو یوں بیان فرماتے ہیں:

"In the eighteenth and nineteenth centuries they thought of spreading the gospel of Christianity all over the world but now that there religious ardor has cooled so much that they consider religion no more then soothing back ground music allowed to accompany but not influence real life, they have begun to spread instead the materialistic gospel of the western way of life, they belief that all human problems can be solved factories, laboratories and on the desks of statisticians". [8]

ان اقوال سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مغربی دنیا میں عیسائی تہذیب کا نمائندہ کیتھولک کلیسا ہے اور وہ پروٹسٹنٹ فرقے کی پیدائش سے اب تک اپنی بقا کی جنگ لڑ رہا ہے، یہی کیتھولک کلیسا پوری دنیا پر عیسائی تہذیب کے غلبے کے لیے کوشاں رہا ہے مگر پروٹسٹنٹس، جن کی اٹھان ہی مذہب کی مخالفت کے ماحول میں ہوئی اور جو جدید مغربی تہذیب کے نمائندے ہیں، آہستہ آہستہ عیسائی مذہبی ڈھانچے پر غلبہ حاصل کررہے ہیں۔ اور یہ غلبہ یہاں تک ترقی کرگیا کہ موجودہ زمانے میں گویا کہ عیسائیت نام ہی جدید مغربی تہذیب کا ہے۔

مولانا وحید الدین خان اپنی کتاب "شتم رسولؐ کا مسئلہ" میں گفتگو کرتے ہوئے ایک برطانوی صحافی ایڈورڈ مارٹیمر کا قول نقل کرتے، جس کا ایک اقتباس یہ ہے کہ:

عیسائیت اس معنی میں اب برطانیہ کا مذہب نہیں، جس معنی میں اسلام ایران کا مذہب ہے، یہ مسیحیت نہیں ہے جو کہ ہم کو ایک قوم کی حیثیت سے مجتمع کرتی ہو، کیونکہ عرصہ ہوا ہم اس کو اس اعتبار سے چھوڑ چکے ہیں، اس وقت برطانیہ کا مذہب، صحیح لفظ کے مطابق، آزادی ہے، اس مذہب کے بانی، لاک، والٹیر، برک، ولکیز اور ٹام پین ہیں۔ [9]

فکر کا مفہوم

لفظ فکر عربی زبان کا لفظ ہے، اس کا مادہ اشتقاق (ف، ک، ر) ہے، اس کی جمع افکار ہے، یہ سمجھنے اور غور کرنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، بہت سوچنے اور خوب غور و فکر کرنے والے آدمی کو "رجل فکیر" کہا جاتا ہے [10]۔ قرآنِ مجید میں آتا ہے:

اِنَّهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ [11]

"اس نے فکر کیا اور دل میں ٹھہرالیا"

دوسرے مقام پر ارشاد خداوندی ہے:

قُلْ إِنَّمَا أَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ أَنْ تَقُومُوا لِلّٰهِ مَثْنَىٰ وَفُرَادَىٰ ثُمَّ تَتَفَكَّرُوا[12]

"کہو: میں تمہیں ایک نصیحت کرتاہوں کہ تم اللہ کے لیے کھڑے رہو دو دو ہو کر اور اکیلے اکیلے پھر تم غور و فکر کرو(تو تم جان جاؤ گے)"

نبی کریم ﷺ کے ارشادات مبارکہ میں بھی یہ لفظ استعمال ہوا ہے، مثلا:

تَفكُّرُ ساعَةٍ خَيرٌ مِن قيامِ ليلَةٍ [13]

"ایک گھڑی غور و فکر رات بھر کے قیام(عبادت) سے بہتر ہے"

انگریزی زبان میں فکر کے لیے Thought اور ideation کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔

"(1) Thought mean the product of mental action or effort, what one thinks, that which is in the mind (sometimes as, expressed in language)[14]

(2) Ideation means the formation of ideas or images of things do not present to the senses. more widely: any product of mental apprehension or activity, existing in the mind as an object of knowledge or thought[15]".

تہذیب کا مفہوم:

هَذَّبَ، کا مادہ اشتقاق (ھ،ذ،ب) ہے اور یہ باب ضرب سے ہے۔ هَذَّبَ الشَّجَر، شاخ تراشی کرنا، درست کرنا، پاکیزہ کرنا۔ هذب النخلہ، کھجور کے درخت کی شاخوں کو تراش کر ٹھیک کرنا، چھال وغیرہ اتار کر صاف کرنا، هذب الشعر، شعر کی اصلاح کرنا، درست کرنا، هذب الرجل، آدمی کو پاکیزہ اخلاق والا بنانا[16]

صاحب نور اللغات لکھتے ہیں:

تہذیب، پاک کرنا، آراستگی، پاکیزگی، تربیت یافتہ، تعلیم یافتہ، مثلا، یہ دشنام کس طرح آئی تمھیں۔ یہ تہذیب کس نے سکھائی تمھیں۔[17]

اصطلاحاً تہذیب سے مراد انسان کا نظام فکر ہے، یعنی انسان کے وہ عقائد، نظریات وافکار جن سے اس کے شخصیت بنتی اور سنورتی ہے، اس کے خیالات جتنے پاکیزہ روشن اور سلجھے ہوئے ہوں گے وہ معاشرے کا اتناہی مہذب شخص متصور ہو گا۔ تہذیب کا تعلق انسانی فکر و خیال اور ذھن سے ہوتا ہے اس اعتبار سے تہذیب کی کیفیت فکری، روحانی اور غیر مادی ہوتی ہے۔

مولانا مودودیؒ تہذیب کو مادی اور ظاہری چیز سمجھنے والوں کی غلطی کی نشاندھی کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

لوگ سمجھتے ہیں کہ کسی قوم کی تہذیب نام ہے اس کے علوم و آداب، فنون لطیفہ، صنائع و بدائع، اطوار معاشرت، انداز تمدن اور طرز سیاست کا، مگر حقیقت میں یہ نفس تہذیب نہیں ہیں بلکہ تہذیب کے نتائج و مظاہر ہیں، تہذیب کی اصل نہیں ہیں بلکہ شجر تہذیب کے برگ و بار ہیں[18]

ڈاکٹر محمود غازیؒ فرماتے ہیں:

تہذیب کے بنیادی نشانات وہ امور ہوتے ہیں جو کسی قوم کے عقائد و نظریات اور تہذیبی مظاہر کے مابین رشتوں کے آئینہ دار ہوتے ہیں گویا یہی نشانات تہذیبی عمارت کے ستون ہوتے ہیں، جو دین اور عقیدے کی بنیاد پر کھڑے ہوتے ہیں [19]

سبط حسن لکھتے ہیں:

تہذیب معاشرے کی طرزِ زندگی اور طرزِ احساس کا جوہر ہوتی ہے۔ چانچہ آلات واوزار، پیداوار کے طریقے اور سماجی رشتے، رہن سہن، فنونِ لطیفہ، علم وادب، فلسفہ وحکمت، عقائد وافسوں، اخلاق وعادات، رسوم وروایات، عشق ومحبت کے سلوک اور خاندانی تعلقات وغیرہ تہذیب کے مظاہر ہیں۔ [20]

مارماڈیوک ولیم پکھتال لکھتے ہیں: [21] تہذیب سے مراد انسانی دل ودماغ کی آرائش ہے [22]

ان تعریفات سے مشترکہ طور پر یہ بات واضح ہوتی ہے کہ تہذیب اور فکر کا تعلق، خیال اور ذہن سے ہے اور یہ روحانی اور غیر مادی ہوتی ہیں۔

تہذیب کا مترادف اور متضاد:

تہذیب کے ہم معنی کے طور پر ایک اور لفظ "ثقافت" مستعمل ہے۔ "ثقف" کا معنی ذہین ہونا اور ہوشیار و دانا ہونا ہے، امراۃ (ثقاف) کے معنی بہت ذہین عورت کے ہیں۔ [23]

ثقافت کا اپنے لغوی معنی کے اعتبار سے ذہن سے متعلق ہونا اور تہذیب کا امر ذہنی ہونا، دونوں کو اصطلاحا ایک ہی معنی میں استعمال کرنے کا جواز فراہم کرتا ہے، اگرچہ بعض علما نے اسے متضاد شمار کرتے ہوئے تہذیب کو ظاہر اور ثقافت کو باطن سے متعلق کیا ہے۔ [24] لیکن اپنے لغوی مفہوم کے اعتبار سے دونوں کا متضاد ہونا متحقق نہیں، جبکہ مترادف ہونا واضح ہے۔

تہذیب اور ثقافت کے متضاد کے طور پر استعمال ہونے والے الفاظ تمدن اور حضارت ہیں۔ تمدن کا مادہ (م د ن) ہے، مدن کا معنی، قیام کرنا اور شہری بننا، اور تمدن بمعنی شائستہ اور مہذب ہونا ہے [25] اردو زبان میں بھی یہ لفظ اپنے لغوی معنی کے مفہوم جیسا ہی مستعمل ہے، یعنی انسانوں کا گروہ کی شکل میں باہم مل جل کر کسی نظام کے تحت زندگی بسر کرنا، تمدن کہلاتا ہے۔

اور حضارت کے معنی بھی شہری طرزِ زندگی اختیار کرنے کے ہیں۔ [26]

شہری زندگی اختیار کرنا چونکہ عمل سے متعلق ہے اور عمل ظاہری و مادی چیز ہے جو کہ قابل مشاہدہ ہے، جبکہ تہذیب ناقابل مشاہدہ اور غیر مادی ہے۔

انگریزی زبان میں تہذیب کے لیے، کلچر (Culture) اور تمدن کے لیے (Civilization) کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ [27]

ہرٹن ہنٹ کلچر کو مادی اور غیر مادی، دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں، سیویلائزیشن کو مادی شمار کرتے ہوئے، باہم دونوں کو لازم وملزوم لکھتے ہیں اور اپنی تقسیم کی مثال کے لیے بیس بال کے کھیل کو پیش کرتے ہیں کہ جیسے، بیس بال کے کھیل میں

دستانے، بلا اور کھلاڑی کا لباس وغیرہ مادی اور کھلاڑی کی توانائی، حکمتِ عملی اور کھیل کا طرز غیر مادی ہیں، اسی طرح کلچر بھی مادی و غیر مادی ہے۔ باہم لازم ملزوم کو واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اگر اس کھیل کو بھلا دیا جائے تو بلا محض لکڑی کا ایک ٹکڑا ہی رہ جائے گا[28]

اس بحث سے ہم اب تک اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ :

(1) تہذیب و ثقافت باہم مترادف اور تمدن اور حضارت باہم مترادف ہیں

(2) تہذیب و ثقافت کے متضاد کے طور پر تمدن اور حضارت مستعمل ہیں۔

(3) تہذیب و ثقافت اور تمدن و حضارت ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں، کیونکہ کسی بھی عمل کے لیے فکر کا ہونا لازمی اور ضروری ہوتا ہے۔

(4) تہذیب کے لیے انگریزی لفظ کلچر (Culture) استعمال ہوتا ہے۔

(5) ہمارے عنوانِ مقالہ میں "فکر اور تہذیب" دونوں الفاظ امر ذہنی اور غیر مادی ہونے میں مشترک ہیں۔

عصر حاضر میں مغربی فکر و تہذیب کی تفہیم کی ضرورت و اہمیت

جیسا کہ مغربی فکر و تہذیب کے تعارف سے یہ بات بالکل عیاں ہے کہ یہ تہذیب اپنی بنیاد اور ڈھانچے کے اعتبار سے، اسلامی فکر و تہذیب سے متصادم تہذیب ہے، اس تہذیب کی بنیاد، خدا اور آخرت کی نفی پر مبنی ہے اور اس کا ڈھانچہ انسان کا تشکیل دیا ہوا نظام ہے جبکہ اسلامی فکر و تہذیب کی بنیاد خدا اور مابعد الطبعیات کے اقرار اور خدا کے بنائے ہوئے نظام کو اپنانا ہے، اس بنیادی اور جوہری فرق کے ہوتے ہوئے، مسلم تہذیب کے کسی فرد کے لیے، مغربی افکار و نظریات کو اپنانا یا ان کی تحسین و توصیف کرنا، عملاً فکر اسلامی کی نفی ہو گی، مگر المیہ یہ ہے کہ یہ افکار و نظریات ایسے خوبصورت اور دلنشین انداز میں پیش کیے جاتے ہیں جس سے ان کا دامن فریب انتہائی پر کشش بن جاتا ہے، مثلا یہ تہذیب ، آزادی، مساوات، انصاف اور خوشحالی کا خواب نہایت خوبصورتی سے سجاتی ہے اور اس خواب کی عملی تعبیر کے حصول کے لیے، ہیومنزم، ریشنلزم، نیشنلزم، سائنٹزم، لبرلزم، سیکولرزم، کیپٹلزم اور جمہوریت کو ناگزیر بتاتے ہوئے، اپنے ماننے والوں کی تمام صلاحیتوں، وسائل، سیاسی تنظیم، جنگی قوت اور سائنس و ٹیکنالوجی کی طاقت کو اپنے فکر و تہذیب کے غلبہ اور ہر دوسری تہذیب کے استیصال پر صرف کر ڈالتی ہے۔

ان حالات میں ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم مغربی فکر کی اصل روح اور مقاصد کو سمجھیں، بالخصوص آج کے حالات کے تناظر میں کہ جب ہر طرف مغلوبیت کی فضا قائم ہے، مادیت کی چکا چوند اپنی عروج پر ہے، جو اپنے دیکھنے والوں کی آنکھوں کو حیرہ کر رہی ہے اور اہل مغرب اس کی آڑ میں اپنی خدا بےزار فکر کی نشر و اشاعت میں مگن ہیں، تو تفہیمِ مغرب کی ضرورت اور بھی بڑھ جاتی ہے، حالات کی سنگینی بیان کرتے ہوئے ڈاکٹر محمود غازیؒ فرماتے ہیں:

آج جو صورتِ حال در پیش ہے اور آج سے نہیں پچھلے ڈیڑھ سو سال سے در پیش ہے، وہ یہ کہ ہر آنے والا دن، ہر نکلنے والا سورج خطرے کی یا

پریشانی کی نئی جہت لے کر آتا ہے۔ آج اسلامی زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہیں ہے جو خطرات سے دوچار نہ ہو، فرد کے ذاتی کردار اور تربیت کا معاملہ ہو، گھر کے اندر ماں اور بچوں کے درمیان کا معاملہ ہو، میاں بیوی کے تعلقات کا معاملہ ہو، گھر کی خواتین کے رویے کا معاملہ ہو، تعلیم و تربیت کا معاملہ ہو، یا مساجد کے اندر جاری سرگرمیوں اور معمولات کا معاملہ ہو، ان میں سے ہر چیز آج براہ راست مغربی حملے کی زد میں ہے [29]

مغربی فکر و تہذیب پر گہری نظر رکھنے والی مصنفہ مریم جمیلہ، مسلمان علما کا اولین فرض قرار دیتی ہیں کہ وہ اس تہذیبی گمراہی کے خلاف کمربستہ ہو کر اس کے تمام گوشوں کی گمراہیوں کو واضح کریں اور صحیح اسلامی فکر کا روشن چہرہ پیش کریں، لکھتی ہیں:

مسلمان علما کا اولین فرض یہ ہے کہ وہ ان تمام فلسفوں کو رد کریں جو آج دنیا میں حکمران ہیں، سقراط، ارسطو اور افلاطون کے مکالمات جو وحی و تنزیل پر مبنی خالص بدیہی صداقت کے منکر ہیں اور عقلی تحقیق اور فکری آزادی کے نام پر ریب و تشکیک اور بدعت و کفر کو نیکی کی حیثیت سے بڑھا چڑھا کر پیش کرتے ہیں، سیاسی مصلحت پرستی جس کی تلقین میکاولی نے اپنی کتاب "پرنس" میں کی ہے، والٹیئر کی نام نہاد روشن خیالی جو مذہب سے تعلق رکھنے والی ہر چیز کو توھم، تعصب اور جنون گردانتی ہے، فرائیڈ کے اصول جو بے روک ٹوک جنسی تعلقات کو افراد اور معاشرے کے لیے انتہائی صحت مند ہونے کا پروپیگنڈہ کرتے ہیں۔۔۔ سب سے بڑھ کر وہ نظریہ ارتقا جو پہلے ڈارون نے پیش کیا اور پھر جسے ہربرٹ سپنسر نے عمرانیات پر منطبق کر دیا، ضرورت ہے کہ ان تمام بے سروپا من گھڑت نظریات کے ایک ایک نقطے کی مفصل تردید کی جائے۔۔۔ ساتھ ہی ساتھ مسلمان اہل علم اللہ تعالی کی حاکمیتِ مطلقہ، اس کے نازل کردہ اور ناقابلِ تغیر قانون کی بے چوں وچرا اطاعت کی ضرورت، حلال و حرام، حدود شرعی، پردہ اور جہاد کے تصورات کی پرزور تائید کریں تاکہ لوگ مرعوبانہ نقطہ نظر کا شکار ہونے کے بجائے ان نظریات کی فطری خوبیوں کے قائل ہوں۔ [30]

آج کے دور کے معروف اور صاحب نظر اصحاب علم میں سے ایک بڑا نام، علامہ زاہد الراشدی کا ہے، وہ آج کے اس ماحول میں، مغربی فکر و تہذیب کی تفہیم کی ضرورت و اہمیت بیان کرتے ہوئے، اسے وقت کا سب سے بڑا چیلنج قرار دیتے ہیں اور اس سے عدم واقفیت کو بے خبری کا بحران اور احساس و ادراک کا فقدان قرار دیتے ہیں، لکھتے ہیں:

آج ہم جس جنگ اور کشمکش سے دوچار ہیں، اسے آپ جنگ سے تعبیر کر لیں یا کھیل سمجھ لیں، لیکن یہ بات طے ہے کہ جنگ اور کھیل دونوں کے کچھ اصول ہوتے ہیں، کچھ قواعد ہوتے ہیں، کچھ طے شدہ طریقے ہوتے ہیں، اور کچھ ہتھیار اور آلات ہوتے ہیں، جو حالات کے ساتھ تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔۔۔ ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم فکر و فلسفہ، تہذیب و ثقافت، تعلیم و تربیت اور دعوت و ابلاغ کے محاذوں پر آج کے طریقہ جنگ سے شناسائی نہیں رکھتے، قواعد اور طریقہ کار کی ہمیں کچھ خبر نہیں اور دشمن کی قوتِ کار، دائرہ عمل، طریق جنگ اور ہتھیاروں کی نوعیت سے ہم اکثر و بیشتر بے خبر ہوتے ہیں۔۔۔ یہ بحران موجود ہے اور میرے نزدیک دینی مدارس کے طلبہ اور اساتذہ کے لیے آج کا سب سے بڑا چیلنج یہ ہے کہ وہ اس بحران سے نجات حاصل کریں، بے خبری کی اس فضا کو پر کریں اور فکر و عقیدہ اور تہذیب و عقیدہ کی یہ جنگ جذباتی اور سطحی نعروں کے بجائے ادراک، احساس، فہم و دانش اور شعور و باخبری کے ہتھیاروں کے ساتھ لڑیں [31]

ماضی میں مسلمان جب فکری طور پر مظبوط تھے تو تاتاریوں کی یلغار کے باوجود، وہ اپنی شناخت باقی رکھنے میں کامیاب رہے لیکن آج کا المیہ یہ ہے کہ مسلمان عملی مغلوبیت کے ساتھ ساتھ فکری طور پر بھی نخیف اور مغلوب ہیں، ان حالات میں مغربی فکر و تہذیب کو سمجھ کر اس کا سدِ باب کرنا اور مسلم فکر کے استحکام کے لیے کوشش کرنا جتنا اہم ہے، شاید گذشتہ کسی زمانے میں اتنا اہم نہ رہا ہو۔

حواشی و حوالہ جات

1 نگار سجاد ظہیر ڈاکٹر، مطالعہ تہذیب، قرطاس، گلستانِ جوہر بلاک 15، کراچی، طبع سوم، 2016، ص 18

2 محمود غازی، ڈاکٹر، اسلام اور مغرب تعلقات، زوار اکیڈمی پبلیکیشنز، کراچی، طبع سوم، 2016، ص 50، 49

3 سیموئیل پی ہنٹنگٹن البرٹ جے ویدر، ہیڈ سوم، ہارورڈ یونی ورسٹی میں پروفیسر تھے، وہ یہاں جان ایم اولن انسٹی ٹیوٹ برائے سٹریٹیجک سٹڈیز کے ڈائریکٹر اور بین الاقوامی اور علاقائی مطالعات کی ہارورڈ اکیڈمی کے چیئرمین بھی تھے۔ وہ کارٹر انتظامیہ میں نیشنل سیکورٹی کونسل کے لیے ڈائریکٹر برائے سلامتی منصوبہ بندی "فارن پالیسی" کے بانی اور شریک مدیر اور امریکی پولیٹیکل سائنس ایسوسی ایشن کے صدر رہے، وہ بہت سی کتابوں اور عالمانہ مضامین کے مصنف ہیں۔

4 سیموئیل پی ہنٹنگٹن، تہذیبوں کا تصادم، مترجم، محمد احسن بٹ، مثال پبلشنگ اردو بازار، لاہور، 2003ء ص 61

5 محمود غازی، ڈاکٹر، اسلام اور مغرب تعلقات، زوار اکیڈمی پبلیکیشنز، کراچی، طبع سوم، 2016، ص 57

6 محمد امین، ڈاکٹر، اسلام اور تہذیب مغرب کی کشمکش، بیت الحکمت، لاہور، 2006ء، ص، 21

7 حسن عسکری، جدیدیت، ادارہ فروغِ اسلام، لاہور، 1997ء، ص 103

8Muhammad Asad, The Road to Makkah, Islamic book service, new Delhi,2004, p 395

9 وحید الدین خان، مولانا، شتم رسول کا مسئلہ، مکتبہ، الرسالہ۔ نیو دہلی۔ انڈیا، ص 68، 67

10 لوئیس معلوف، المنجد، اردو، عربی، مترجم، بلیاوی، عبد الحفیظ، خزینہ العلم والادب، لاہور، ص 653

11 سورۃ المدثر: 78:18

12 سورۃ سبأ: 34:46

13 أبو بكر عبد الله بن محمد بن أبي شيبة ،الكتاب المصنف في الأحاديث والآثار، مكتبة الرشيد، الرياض، جلد ٧، ص ١٩٠

14The oxford English dictionary: v,11:339

15The oxford English dictionary: v,5:16,17

16 بلیاوی، عبد الحفیظ، مصباح اللغات، مکتبہ قدوسیہ، اردو بازار، لاھور، 1999، ص 941

17 نیر، نور الحسن، نور اللغات، ناشر، فرنگی محل، کتاب گھر، لکھنو، 1931، ص 326

18 سید مودودی، ابوالاعلی، مولانا، اسلامی تہذیب اور اس کے اصول و مبادی، اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ، لاھور، طبع: 31، 1918ء

19 محمود غازی، ڈاکٹر، اسلام اور مغرب تعلقات، زوار اکیڈمی پبلیکیشنز، کراچی، طبع سوم، 2016، ص 152

20 سبط حسن، پاکستان میں تہذیب کا ارتقا، مکتبہ دانیال، کراچی، 1989ء، ص، 11

21 مترجم قرآن، مفکرِ اسلام، ادیب، محقق، صحافی اور مبلغ اسلام خطیب، مارمادیوک ولیم پکھتال 1875ء میں برطانیہ میں ایک چرچ کے پادری چارلس گرے پکھتال کے گھر پیدا ہوئے، کئی زبانوں کے ماہر تھے، مشرق وسطی میں کافی وقت گزارا، اسلام کا گہرائی سے مطالعہ کیا، 1914ء میں کلمہ پڑھ کر حلقہ بگوشِ اسلام

ہوئے، مزید تفصیل کے لیے، ان کی کتاب، اسلامی ثقافت اور دورِ جدید، مترجمہ، توراکینہ قاضی، کا مقدمہ دیکھا جائے۔

22 پکھتال، مارمادیوک ولیم، مترجمہ، توراکینہ قاضی، اسلامی ثقافت اور دورِ جدید، منشورات، لاہور، 2003ء

23 لوئیس معلوف، المنجد، دارالاشاعت، کراچی، 1975ء ص 125

24 جمیل جالبی، پاکستانی کلچر، مشتاق بک ڈپو، کراچی، 1964ء، ص 48

25 لوئیس معلوف، المنجد، دارالاشاعت، کراچی، 1975ء ص 952

26 لوئیس معلوف، المنجد، دارالاشاعت، کراچی، 1975ء ص 217

27 نگار سجاد ظہیر ڈاکٹر، مطالعہ تہذیب، قرطاس، گلستانِ جوہر بلاک 15، کراچی، طبع سوم، 2016، ص 19

Paul B, Horton Chester L, Hunt, Sociology,Tata McGraw,2004,New,Delhi28

29 ڈاکٹر محمود غازی، مغرب کا فکری و تہذیبی چیلنج اور علما کی ذمہ داریاں، ماہنامہ، الشریعہ گوجرانوالہ، شمارہ 3، مارچ 2005

30 مریم جمیلہ، اسلام ایک نظریہ۔ ایک تحریک، مترجم آباد شاہ پوری، مکتبہ یوسفیہ، سنت نگر، 1969ء ص، 286، 285

31 زاہد الراشدی، علامہ۔ عصر حاضر کے چیلنجز اور ہماری ذمہ داریاں، ماہنامہ۔ الشریعہ، ستمبر، اکتوبر، 2003ء